ط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرات فقہاء کرام اور محدثین نے بہت سارے ایسے مقامات جن میں سلام کرنا چاہیئے اور وہ مواقع جن میں سلام مکروہ ہے، بیان فرمائے ہیں، چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے فتاوی شامیہ میں تفصیل سے اس پر کلام کیا ہے، جبکہ علامہ نووی نے بھی کتاب الاذکار میں بہت سارے مواقع گنوائے ہیں، وہ مقامات جن میں سلام کرنا مکروہ ہے، ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ جو شخص سلام کا جواب دینے سے عاجز ہو اُسے سلام کرنا

* عجز حقیقی ہو تب بھی مثلاً کھانے پینے میں مصروف شخص، نائم یا بیہوش۔

* عجز اگر حکمی ہو، تب بھی مثلاً حاجت شرعیہ کی ادائیگی میں مصروف ہو، جیسے نماز، ذکر تلاوت، اذان، اقامت، خطابت اور علوم دینیہ کی تعلیم وتعلم میں مصروف شخص یا وہ حاجات طبعیہ کے ادا کرنے کی وجہ سے عاجز ہو، جیسے پیشاب پاخانہ میں مشغول یا بیوی کے ساتھ مصروف شخص۔

۲۔ سلام کرنے سے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو، جیسے نامحرم جوان عورت یا خوبصورت امرد کو سلام کرنا

۳۔ جس عورت یا مرد کا ستر نظر آرہا ہو، اسے سلام کرنا

۴۔ کافر کو سلام کرنا، البتہ حاجت کے وقت "السلام علی من اتبع الھدیٰ" کہہ سکتے ہیں۔

۵۔ علانیہ گناہ کرنے والے کو سلام کرنا (البتہ اگر فاسق معلن سے تعارف اور جان پہچان ہے یا اسے دین کی طرف مکمل راغب کرنے یا دیگر کوئی دینی یا دنیوی حاجت کی خاطر سلام کیا جائے، تو جائز ہے۔

۶۔ کسی معصیت میں مشغول شخص مثلاً تاش وشطرنج وغیرہ میں مشغول افراد کو سلام کرنے سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کو اس نیت سے سلام کر لیا جائے کہ ان کی توجہ اس معصیت سے ہٹ جائے، تو اچھا ہے۔

واضح رہے کہ جن مواقع پر سلام کرنا مکروہ ہے، راجح قول کے مطابق ان مواقع میں

جاری ہے......

Scanned by CamScanner

سلام کا جواب دینا واجب نہیں ۔

باقی اگر دو افراد ایک ساتھ ایک دوسرے کو سلام کریں ، تو دونوں پر جواب دینا ضروری ہوگا اور اگر پہلے کے سلام کے بعد الفاظِ سلام ادا کئے جائے ، تو دوسرے کی طرف سے اس سلام سے جواب ادا ہوجائیگا ۔

خط میں سلام کا جواب ، زبانی یا بذریعہ خط دینا واجب ہے ، بہتر یہ ہے کہ زبان سے سلام کا جواب دے دیا جائے ، کیونکہ ممکن ہے کہ جواب کا موقعہ نہ ملے اور واجب رہ جائے اور اگر جوابی خط لکھنے کا ارادہ نہ ہو یا خط قابلِ جواب نہ ہو ، تو زبان سے فوراً جواب دینا واجب ہے ، چاہے خط لکھنے والا مرد ہو یا عورت اور عورت چاہے جوان ہو یا بوڑھی

لیکن واضح رہے کہ خطوط میں " سلام مسنون " جیسے الفاظ تحیہّ کی جگہ استعمال کرنا درست نہیں اور نہ ہی اس کا جواب دینا ضروری ہے

باقی سلام کے الفاظ " السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ " ہیں اور جواب بھی یہیں تک ہے ۔

" برکاتہ " پر اضافہ درست نہیں ، اور یہی طریقہ افضل ہے ، اگرچہ " الف لام " کے بغیر " سلامٌ علیکم " (بالتنوین) بھی ثابت ہے

سلامك مكروه على من ستسمع ۔ ومن بعد ما أبدي يسن ويشرع

مصلٍّ وتالٍ ذاكرٍ ومحدث ۔ خطيب ومن يصغي إليهم ويسمع

مكرر فقه جالس لقضائه ۔ ومن بحثوا في الفقه دعهم لينفعوا

مؤذن أيضاً أو مقيم مدرس ۔ كذا الأجنبيات الفتيات أمنع

ولعاب وشطرنج وشبه بخلقهم ۔ ومن هو مع أهل له يتمتع

ودع كافراً أيضاً ومكشوف عورة ۔ ومن هو في حال التغوط أشنع

ودع آكلاً إلا إذا كنت جائعاً ۔ وتعلم منه أنه ليس يمنع

(الدر المختار ، كتاب الصلوة : ١/٦١٦ ، ٦١٧ ، سعيد)

ويكره السلام على الفاسق لو معلنا وإلا لا ، كما يكره على عاجز عن الرد حقيقةً كآكل أو شرعاً كمصلٍّ وقارئ ، ولو سلم لا يستحق الجواب قال الشامیؒ : (قوله لو معلنا) ...... ولا يسلم على الشيخ المازح

جاری ہے

الكذاب واللاغي، ولا على من يسب الناس أو ينظر وجوه الأجنبيات، ولا على الفاسق المعلن ...... ويسلّم على قوم في معصية وعلى من يلعب بالشطرنج ناويا أن يشغلهم عما هم فيه عند أبي حنيفة وكره عندهما تحقيرا لهم

(حاشية ابن عابدين، كتاب الحظر والإباحة، ٦/ ٤١٤، ٤١٥ سعيد)

(كذا في كتاب الأذكار للنووي، كتاب السلام، ص ٣١٦، مكتبة دار البيان ......)

فلو التقى رجلان وسلم كل منهما على صاحبه دفعة واحدة يجب على كل منهما الجواب

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الآداب: ٨/ ٤١٤ رشيدية)

(كذا في كتاب الأذكار، كتاب حكم السلام: ٣١٥ ط دار البيان ......)

(كذا في الشامي، كتاب الحظر والإباحة: ٦/ ٤١٦ ، ط سعيد)

وفي الرد: (قوله: ويجب رد جواب كتاب التحية كرد السلام)؛ لأن الكتاب بمنزلة الخطاب من الحاضر "مجتبى" والناس عنه غافلون "ط"

أقول: المتبادر من هذا أن المراد رد سلام الكتاب لا رد الكتاب، لكن في "جامع الصغير" للسيوطي: رد جواب الكتاب حق كرد السلام قال شارحه المناوي: أي إذا كتب لك رجل بالسلام في كتاب ووصل إليك وجب عليك الرد باللفظ أو بالمراسلة، وبه صرح جمع شافعية وهو مذهب ابن عباس رضي الله عنه وقال النووي: ولو أتاه شخص بسلام من شخص، أي في ورقة وجب الرد فورا، ويستحب أن يرد على المبلغ كما أخرجه النسائي".

(حاشية ابن عابدين، كتاب الحظر والإباحة: ٦/ ٤١٥ سعيد)

(كذا في كتاب الأذكار للنووي، كتاب حكم السلام، ص ٣١٣ دار البيان)

وفي الرد تحت قوله (وصرح في "الضياء" ...... الخ)

"ومفاده أن كل محل لا يشرع فيه السلام لا يجب رده" ثم قال بعد أسطر تحت قوله: (بجزم الميم) أي: لا يجب الرد في قوله: السلام عليكم بجزم الميم؛ لأنه لمخالفته السنة فعلى هذا لو رفع الميم بلا تنوين ولا تعريف كان كجزم الميم لمخالفته السنة أيضا اهـ "ح"

قلت: وقد سمع من العرب "سلام عليكم" بلا تنوين وخرجه في "مغني اللبيب"

جاري

ص٤

على حذف أل أو تقدير مضاف، أي: سلام الله عليكم، لكن قال في الظهيرة:

ولفظ السلام: السلام عليكم أو سلامٌ عليكم بالتنوين وبدون هذين

كما يقول الجهال لا يكون سلاماً اهـ وذكر في التاتارخانية عن بعض أصحاب

أبي يوسف أن سلام الله عليكم دعاء لا تحية ....

(ردّ المحتار، كتاب الحظر ١/٦١٨، ط، سعيد)

اعلم أن الأفضل أن يقول المسلِّم: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته،

فيأتي بضمير الجمع وإن كان المسلَّم عليه واحداً ويقول المجيب: وعليكم

السلام ورحمة الله وبركاته ....

قال أصحابنا: فإن قال المبتدئ: السلام عليكم حصل السلام وإن قال:

السلام عليك أو سلام عليك حصل أيضاً .... الخ

(كتاب الأذكار للنووي، كتاب حكم السلام: ص٣٠٥، ط، دار البيان) فقط

والله تعالى أعلم بالصواب

كتبه: سيد اقبال شاه پشاوري

المتخصص في الفقه الإسلامي

بالجامعة الفاروقية بكراتشي

٢٤ / ٢ / ١٤٣١ هـ

٩ / ٢ / ٢٠١٠ م

الجواب صحيح

[illegible]

٣٠ / ٢ / ١٤٣١هـ

الجواب صحيح

[illegible]

٣٠ / ٢ / ١٤٣١هـ

دار الإفتاء جامعة فاروقية شاه فيصل كالوني نمبر ٤ كراتشي (پاکستان)